انتقاد کے لئے کتاب کے دو نسخے آنا ضروری ہے

انتقاد

تہذیب الاخلاق لمسکویہ

تصحیح و ترجمہ (انگریزی) قسطنطین زریق

۱۹۶۶ء - صفحات ۲۴۳ - قیمت - مذکور نہیں -

THE REFINEMENT OF CHARACTER (TRANSLATION)
CENTENNIAL PUBLICATIONS, AMERICAN UNIVERSITY
OF BEIRUT, PAGES 221, PRICE IS NOT GIVEN.

ابو علی احمد بن محمد مسکویہ کی معرکۃ الآراء تصنیف "تہذیب الاخلاق" فلسفۂ اخلاق کی ایک مشہور کتاب ہے۔ جو کئی دفعہ مصر میں اور غیر منقسم ہندوستان میں طبع ہو چکی ہے۔ اگرچہ مسکویہ کے نوجوان معاصر الشیخ الرئیس بن سینا نے کبھی بھی فلسفے میں مسکویہ کی علمیت و قابلیت کو تسلیم نہیں کیا، پھر بھی مؤخر الذکر کی "تہذیب الاخلاق" اپنے زمانۂ تالیف سے دنیا بھر کے علماء سے خراجِ تحسین وصول کر چکی ہے۔ اس کا منفرد مقالہ "تجارب الامم" (تجرباتِ اقوام) بنی بویہ کے دور پر ایک انمول تصنیف ہے۔ پروفیسر مارگولیوتھ جس نے اس کے انگریزی ترجمے کا دیباچہ لکھا ہے، کہتا ہے: "اگرچہ اس تاریخ میں کئی بڑی کوتاہیاں ہیں، پھر بھی مجموعی طور پر یہ عربی زبان میں ایک نادر پُر از معلومات و قابلِ وثوق کتاب ہے۔ کیوں کہ اس کا معتد بہ مصنف نے ان اشخاص اور اداروں کے حالات بیان کرنے میں صرف کیا ہے جن سے وہ بخوبی متعارف و شناسا تھا۔"

طویل عرصے سے علمی حلقوں میں اس قیمتی اخلاقی مقالے کے تنقیدی جائزے کی ضرورت محسوس کی جا رہی تھی۔ پروفیسر زریق اس کمی کو پورا کرنے پر مبارک باد کے مستحق ہیں۔ انہوں نے نہ صرف اس

مقالے کا گہرا تنقیدی جائزہ لیا ہے بلکہ اس کا انگریزی میں ترجمہ بھی شائع کیا ہے۔ فلسفے کے طالب علموں کو امریکن یونیورسٹی، بیروت، کا شکر گزار ہونا چاہیئے کہ اس نے ان کی یہ دونوں تحقیقی کوششیں اپنی صد سالہ مطبوعات میں شامل کر لیں۔

مرتب نے کتاب کے نام سے بھی قابلِ قدر بحث کی ہے۔ اور غالباً صحیح طور پر یہ نتیجہ اخذ کیا ہے کہ کتاب کا اصل نام "کتاب الطہارۃ فی تہذیب الاخلاق" تھا۔ جیسا کہ ان مختلف مخطوطوں سے جو فاضل محقق کے زیرِ نظر تھے پتہ چلتا ہے۔ یہ بات کہ مصنف نے دراصل اپنی تصنیف کا نام "کتاب الطہارۃ" ہی رکھا تھا، مشہور محقق طوسی محمد بن حسن نصیر الدین کی تصنیف "اخلاق ناصری" سے بھی ظاہر ہوتی ہے۔ محقق طوسی اپنی کتاب کے دیباچے میں لکھتے ہیں:-

"ناصر الدین عبدالرحیم بن ابی منصور کے دربار میں ابوعلی احمد بن محمد بن یعقوب بن مسکویہ کی کتاب "الطہارۃ" کا تذکرہ ہوا۔ اور یہ بیان کیا گیا کہ مصنف نے یہ کتاب اصلاح اخلاق پر لکھی تھی۔" طوسی نے عربی میں چار شعر بھی مصنف اور اس کی تصنیف کی تعریف میں کہے۔ جن کو فاضل مرتب نے حسبِ ذیل شعر سمیت صفحات (و) اور (ز) پر نقل کیا ہے۔

وو سمه باسم الطهارة قاضيا   به حق معناه ولم يك مائنا

"اور (مصنف نے) کتاب کا نام طہارۃ رکھا، اور حق تو یہ ہے کہ یہ نام کتاب کے متن کی صحیح ترجمانی کرتا ہے۔ اور یہ نام رکھنے میں انہوں نے غلط بیانی سے کام نہیں لیا۔"

محقق طوسی کا یہ بیان ایا صوفیہ (استنبول) کے مخطوطہ (نمبر ۱۹۵۷) میں دو مختلف مقامات پر بیان کئے ہوئے عنوان نیز کتاب کے آخر میں ذکر کردہ عنوان سے مطابقت رکھتا ہے۔ جو بالترتیب یہ ہیں:-

"کتاب الطهارة فی تهذیب الاخلاق لابن مسکویه الخ" اور "کتاب الطهارة لابن مسکویه فی تهذیب الاخلاق الخ"۔ اسی طرح مطبوعہ متن کے صفحہ ۲۲۲ کی عبارت "تم کتاب الطهارة فی تهذیب النفس" بھی اسی نام کی تائید کرتی ہے۔ اس سے پتہ چلتا ہے کہ کتاب کا نام بلاشک و شبہ "کتاب الطہارۃ" ہی تھا اور تشریحی الفاظ جو اس کے بعد مذکور ہیں وہ صرف اس مضمون کو ظاہر کرتے ہیں جن کی وضاحت کے لئے کتاب لکھی گئی، یعنی فی تہذیب الاخلاق یا فی تہذیب

النفس۔ اور بعد میں اس کتاب کا نام اپنے نفس مضمون کی بنا پر "تہذیب الاخلاق" مشہور ہو گیا۔ یہ حقیقت کہ مصنف اپنی کتاب کے لئے خود یہ نام استعمال نہیں کرتا اس حقیقت سے بخوبی واضح ہو جاتی ہے کہ مشہور یعقوبی مفکر یحییٰ بن عدی (متوفی ۳۶۴ھ) کی کتاب تہذیب الاخلاق اس دور کے علماء میں خاصی معروف تھی، نیز خود مسکویہ نے اپنی تصنیف میں اس کتاب سے کچھ اقتباسات لئے تھے۔

اس نام کی داخلی شہادت خود کتاب کی اس عبارت سے ملتی ہے: ولذلک سمیتہ ایضاً بکتاب الطھارۃ "اور اسی وجہ سے میں نے اس کا نام کتاب الطہارۃ رکھا ہے" (بحوالہ اصل متن۔ صفحہ ۱۹، ترجمہ۔ صفحہ نمبر ۸۲) جیسا کہ مرتب نے اپنے دیباچے (اصل متن صفحہ "م" / ترجمہ صفحہ viii x) میں لکھا ہے کہ اس کا مطلب شاید مادی اشیاء اور جسمانی خواہشات سے روح کو پاک صاف کرنا تھا جس کی تحصیل اس علم کا بنیادی مقصد ہے۔ بحوالہ اصل متن: "ولذلک رتبنا ھذا الکتاب عقب ذلک الکتاب لیلحظ منھا السعادۃ الاخیرۃ المطلوبۃ بالحکمۃ البالغۃ وتھذب لھا النفس وتھیأ بقبولھا بما سموہ غسولا وتنقیۃ من الامور الطبعیۃ وشھوات الابدان ولذلک ایضاً سمیتہ بکتاب الطھارۃ۔ (ترجمہ): "اور یہی وجہ ہے کہ ہم نے اس کتاب کو پہلی کتاب کے بعد مرتب کیا تاکہ دونوں تصانیف کے مطالعے سے وہ آخری سعادت ملحوظ رہے جو کامل دانائی سے مطلوب ہوتی ہے اور تاکہ نفس کو اس کے لئے شائستہ اور اسے قبول کرنے پر آمادہ کیا جائے، جسے مادی اشیاء اور جسمانی خواہشات کی صفائی کے لئے تنقیہ اور تصفیہ کہا گیا ہے۔ اور اسی وجہ سے میں نے اس کا نام "کتاب الطہارۃ" رکھا ہے۔"

فاضل مصحح نے اپنے سامنے چھ مخطوطے رکھے ہیں، جن میں چار استنبول میں محفوظ ہیں (فاتح: ۲۵۱۱، کوپرولو: ۷۶۷، ایا صوفیا: ۱۹۵۷، اور کوپرولو ہی میں فاضل احمد: ۲۶۱)۔ ایک قاہرہ میں (دار الکتب المصریۃ: ۴۳۴) اور ایک برٹش میوزیم (متحف بریطانی)، لندن میں: (۲۱۷ یا ۱۵۶۱)، فاضل مرتب نے متن کی تصحیح کرنے اور اعراب لگانے کے علاوہ تمام اضافوں، حذف کردہ اصلاح و ترمیم کو تعلیقات میں بیان کر دیا ہے، اور حروف صحیح و علت لکھنے میں ہم آہنگی برقرار رکھی ہے، مزید برآں مرتب نے ذیلی عنوانات کا اضافہ کیا ہے جو پڑھنے والے کو ایک ہی نظر میں کتاب کے مضامین و مشتملات سے آگاہ کرنے میں ممد و معاون ثابت ہوں گے۔

مصحح نے اپنے حواشی میں تصنیف کے چھ ماٰخذ بتانے کی کوشش بھی کی ہے۔ خود مسکویہ نے بھی یونانی

تصانیف و فلاسفہ افلاطون، ارسطو، بقراط، جالینوس اور برآئی سن (BRYSON) کے حوالے دیئے ہیں۔ اس سلسلے میں یہ بات قابلِ ذکر ہے کہ یونان میں ایک ہی نام کے مختلف فلسفی مختلف ادوار میں گزرے ہیں۔ مثلاً جالینوس (GALEN) اور بقراط ناموں کے کئی فلسفی ہیں (HIPPOCRATES) ایسا معلوم ہوتا ہے کہ مرتب ڈاکٹر والزر (DR. R. WALZER) کے اس نظریئے کی تائید کر رہے ہیں کہ اس کتاب کے متن میں "بقراط"، "سقراط" سے بدل گیا ہے۔ (صفحہ ۲ - ۸۰) حالانکہ یہ دونوں نام مسلمان مفکرین میں معروف و مشہور ہیں۔ اس حقیقت سے قطعِ نظر کہ مسکویہ سقراط کے افکار سے پوری طرح باخبر ہے اور اس نے اپنے متن (دیکھو صفحہ ۱۵۶) میں صحیح طریقے سے اس کے حوالے دیئے ہیں، یہ بات بھی قابلِ ذکر ہے کہ مسکویہ اس کا حوالہ دیتے وقت تقریباً صحیح یونانی تلفظ استعمال کرتا ہے یعنی (ARISTOTALES کو) ارسطو طالیس۔ (صفحات: ۷۶، ۸۲، ۹۲، ۹۶، ۹۷، ۹۸، ۱۱۹، ۱۵۶، ۱۶۹، ۱۷۰) اور (SOCRATES) سقراطیس (صفحہ ۱۵۶ اور ۱۵۸)۔ لہٰذا قدرتی طور پر سوال پیدا ہوتا ہے کہ وہ اس خاص مقام (صفحہ ۸۰) پر "سقراطیس" کا ذکر "سقراط" کی شکل میں کیوں کرتا ہے؟ پھر مسلمان مفکرین کے لئے یہ ایک غیر معمولی بات ہے کہ سقراط کا ذکر لفظ سقراطیس سے کریں۔ کیونکہ اس کو عام طور پر سقراط ہی کہا جاتا ہے۔ میں نہایت ادب سے اپنے محترم اُستاد ڈاکٹر والزر (یونانی سے عربی میں (GREEK INTO ARABIC) صفحہ ۲۲۴ تعلیق نمبر ۲) اور مرتب سے صفحہ ۸۰ سطر نمبر ۲ پر "بقراط" (جیسا کہ تمام مخطوطات میں درج ہے) کو "سقراط" سے بدلنے میں اختلاف کی جرأت کرتا ہوں۔ بہر حال یہ واضح ہے کہ نفسِ مضمون میں بقراط کا حوالہ دینے سے بقراط اوّل مقصود نہیں جو سقراط سے پہلے گزرا ہے، بلکہ اس کا اشارہ بقراط ثانی کی طرف ہے جس کا نام جالینوس کے ساتھ عربی زبان کی فلسفیانہ تصانیف میں آیا ہے۔ (ملاحظہ ہو ابو سلیمان المنطقی کا قلمی نسخہ "منتخب صوان الحکمہ" کوپرولو نمبر ۹۰۲ ورق ۱۵ (ب ۱۴)۔ یہ حقیقت ہے کہ ابتداء عہد کے بہت سے مصنفین نے جن تمام تصانیف کا حوالہ دیا ہے (بشمول متقدمین مفکرینِ اسلام) ان میں سے بیشتر تصنیفات ہم تک نہیں پہنچیں۔ مثال کے طور پر ارسطو کی "کتاب فضائل النفس" (صفحہ ۸۶ اور ۹۱) یا "کتاب الاخلاق" (صفحہ ۹۷) جالینوس کی "کتاب التشریح و کتاب منافع الاعضاء" (صفحہ ۱۲۱) "کتاب تعرف المرء عیوب نفسہ" (صفحہ ۱۸۹)، کتاب الاخلاق اور "کتاب انتفاع الاخیار باعدائھم" (دیکھو ابن ابی اصیبعہ

طبقات الحکماء قاہرہ ۱۹۰۰ء / ۱۳۲۰ھ جلد ا صفحہ ۱۰۱) اور ان کے علاوہ بہت سی دوسری تصانیف بھی ہماری دسترس سے باہر ہیں، یہ صرف قیاس کی بِنا پر ممکن ہے کہ موجودہ دَور کے مفکّرین خیالات و افکار کی مماثلت کی بنیاد پر فکرِ انسانی کی مسلسل اور منظم تاریخ ترتیب دینے کی کوشش کرتے ہیں۔

باوجودیکہ ابو علی مسکویہ کی کتابیں لوگوں میں متداول تھیں اور چار دانگ عالم میں مشہور و معروف تھیں پھر بھی ان میں سے اکثر و بیشتر کے صحیح نام تک آج محفوظ نہیں اور نہ ہی یہ ساری تصنیفات دستیاب ہو سکیں۔ مثلاً اس نے اکثر اپنی تصنیف "کتاب ترتیب السعادات" کا ذکر کیا ہے۔ (صفحہ ۱۵، ۴۹، ۹۱، ۱۲۴) جس کو اب کچھ مفکرین "کتاب السعادۃ" (عبدالعزیز عزت: ابن مسکویہ قاہرہ۔ صفحہ ۱۳۵) سے تعبیر کرنے لگے ہیں۔ اسی طرح ہم اس کی ایک دوسری تصنیف "الفوز الاکبر" (بحوالہ القفطی تاریخ الحکماءُ صفحہ ۲۱۷) کے متعلق بھی یقین سے نہیں کہہ سکتے کہ یہ درحقیقت "تہذیب الاخلاق" ہی ہے (عبدالعزیز: ابنِ مسکویہ صفحات ۱۳۴ - ۱۳۹) - اسی طرح اس کی تیسری کتاب "الرسالۃ المسعدۃ" کے متعلق بھی آج تک کوئی صحیح رائے قائم نہیں ہو سکی، ممکن ہے جیساکہ فاضل محقق کا خیال ہے یہ کتاب "ترتیب السعادات" ہی ہو (صفحہ ۲۲۷ آخری سطر)، البتہ یہ عجیب سی بات ہے کہ مسکویہ خود اپنی تصنیف یا تصانیف کا ذکر مختلف عنوانات سے کرتا ہے۔

یہاں یہ بات قابلِ ذکر ہے کہ مسکویہ نے کبھی الفارابی کا ذکر (۸۲۵ - ۹۵۰ء) "المعلم الثانی" کے لقب سے نہیں کیا اور نہ ہی کہیں الفارابی کی "تحصیل السعادۃ" یا "آراء اہل المدینۃ الفاضلۃ" کا حوالہ دیتا ہے۔ اپنے عہد سے قبل کے مسلمان مفکّرین میں سے وہ صرف ابو یوسف یعقوب بن اسحاق الکندی (سنہ ۲۶۵ھ مطابق سنہ ۸۷۳ء) کا حوالہ دیتا ہے۔ پھر اپنے پیشروؤں (الکندی اور الفارابی) کے برعکس کبھی کبھی اپنے معاصرین کی تصانیف کے اقتباسات نقل کرتا ہے (مثلاً عربی متن صفحہ ۸۵ / ترجمہ صفحہ ۸۱) "یہ الفاظ اس فلاسفر (ارسطو طالیس) کے ہیں جن کو میں نے من و عن نقل کر دیا ہے"۔ یہ ابو عثمان الدمشقی (قرن رابع دسویں صدی) کے ترجمے سے ماخوذ ہیں۔ اسی طرح مسکویہ قرآن کریم کی آیتوں اور حدیث شریف کے مضامین کو نقل کرتا ہے۔ لہٰذا یہ وثوق کے ساتھ کہا جا سکتا ہے کہ مسکویہ یونانی فلسفیوں کے بعد مسلمان مفکرین کا حوالہ دیتے وقت بڑی احتیاط اور اعتماد سے کام لیتا ہے، ظاہر ہے کہ ان فلسفیوں کے کارناموں سے اور خصوصاً اپنے معاصرین کے افکار و مآخذ سے ہمارے عہد کی بہ نسبت

مسکویہ کو زیادہ معلومات حاصل تھیں۔ یہ صحیح ہے کہ قرآن کریم کے سچے پیروؤں کی طرح مسلمان مفکرین بلا استثناء مسکویہ "ان افکار پہ زیادہ توجہ دیتے تھے جن کی وہ تشریح کرنا چاہتے تھے، بجائے اس کے کہ وہ فلسفۂ یونان کے ان حاملین اور معاصر مصنفین کے نام اور ان کے ماخذ کے حوالے احتیاط سے رقم کرتے جن سے انھوں نے استفادہ کیا تھا اور جن پر انھیں کامل اعتماد تھا۔ اس استدلال کے خلاف جو اس کی شخصیت کی تائید میں پیش کیا جاتا ہے (دیکھو عبدالعزیز عزت ابن مسکویہ صفحہ ۸۲۔ العاملی الاعیان الشیعہ۔ جلد ۱۰ صفحہ نمبر ۱۴۴۔ نص عربی تعلیق نمبر ۹ صفحہ ۱۰۸ و ۲۳۲۔ انگریزی ترجمہ تعلیق نمبر ۵ صفحہ ۷، ۹ و ۲۰۳)۔ یہ بات قابل غور ہے کہ مسکویہ خلیفہ اوّل حضرت ابوبکر صدیقؓ کا حوالہ دیتے ہوئے کہتا ہے (ترجمہ صفحہ ۱۶۲) "ابوبکر صدیقؓ حق پہ تھے جب انھوں نے ایک خطبے میں فرمایا" جو بادشاہ ہیں وہ دونوں جہان میں سب سے زیادہ مصیبت زدہ ہوتے ہیں۔" (عربی متن صفحہ ۱۸۱)۔ پھر جب وہ علمأ و فضلأ کے چار درجوں کا تذکرہ کرتا ہے تو وہ کہیں بھی ائمہ معصومین کا ذکر نہیں کرتا۔

وہ صرف اتنا کہتا ہے کہ ان کے چار درجے ہیں:۔

۱۔ الموقنین : پہلا درجہ صاحبِ ایقان کا۔

۲۔ المحسنین : دوسرا درجہ صاحبِ احسان کا۔

۳۔ المصلحین : تیسرا درجہ صاحبِ اصلاح کا ۔ اور

۴۔ الفائزین : چوتھا درجہ صاحبِ فوز و کامرانی کا۔

(دیکھو عربی نص۔ صفحہ ۱۲۳/ ترجمہ صفحہ ۱۰۹)

فاضل محقق نے اپنے ترجمے کی بنیاد خود اپنے اڈیشن پر رکھی ہے۔

پروفیسر زریق اپنی عمدہ کارکردگی اور خصوصاً اصل عربی متن کو بجنسہٖ انگریزی میں منتقل کرنے اور ترجمے میں صحیح انگریزی طرزِ بیان کو قائم رکھنے پر مبارکباد کے مستحق ہیں۔ بیس صفحات کے دیباچے۔ تعلیقات اور کتابیات اور اصطلاحات الفاظ کی فہرستوں کے علاوہ مترجم نے کتاب کے آخر میں علوم فلسفہ اور اخلاقیات میں استعمال ہونے والے عربی الفاظ کی نہایت کارآمد لغت کا اضافہ باختصار کیا ہے۔

خوبصورت گرد پوش، چھپائی کی نفاست اور دونوں حصوں کی دیدہ زیب طباعت قابلِ تعریف ہے، باطنی خوبیوں کے ساتھ دونوں جلدوں کی ظاہری شکل و شباہت حقیقت میں بہت ہی دل کش ہیں۔

تبصرہ۔ محمد صغیر حسن معصومی　　　ترجمہ۔ سید رئیس الرحمٰن